فتاویٰ امن پوری (قسط ۳۱۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: جو مٹی پہلے نجس ہوگئی، پھر اس کی نجاست زائل ہوگئی، تو کیا اس مٹی سے تیمّم کیا جا سکتا ہے؟

جواب: تیمّم پاک مٹی سے کیا جا سکتا ہے۔ جب مٹی سے نجاست زائل ہوگئی، تو وہ پاک ہوگئی، لہٰذا ایسی مٹی سے تیمّم جائز ہے۔

سوال: کیا پتھر سے تیمّم کیا جا سکتا ہے؟

جواب: تیمّم پاک مٹی سے کیا جا سکتا ہے۔ پتھر سے نہیں، البتہ اگر پتھر پر مٹی پڑی ہے، تو اس سے تیمّم جائز ہے۔

سوال: فرمان باری تعالیٰ: ﴿قَابَ قَوْسَيْنِ﴾ کا کیا مفہوم ہے؟

جواب: آیت کی صحیح تفسیر وہی ہے، جو نبی کریم ﷺ نے فرمائی۔

❀ ابو اسحاق شیبانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

سَأَلْتُ زِرًّا عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى﴾(النّجم : 10)، قَالَ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ : أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأٰى جِبْرِيلَ لَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ .

’’میں نے زر بن حبیش رحمہ اللہ سے فرمان باری تعالیٰ: ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى﴾ ’’پس دو کمانوں یا اس سے کم فاصلہ رہ گیا، تو اس نے اپنے بندے کی طرف جو وحی کرنی تھی، سو کی۔‘‘ تو زر رحمہ اللہ نے کہا کہ ہمیں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو اس حالت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو پَر تھے۔‘‘

(صحيح البخاري : 4857، صحيح مسلم : 174)

فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنىٰ ۞ فَأَوْحىٰ إِلٰى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى﴾ (النجم: ۱۰) ’’وہ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے) دو کمانوں کے درمیانی فاصلے پر تھا یا اس سے بھی قریب۔ پھر اس نے اس کے بندے کی طرف وہ وحی کی، جو اس نے وحی کی تھی۔‘‘ سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کی تفسیر میں فرمایا:

إِنَّمَا هُوَ جِبْرِيلُ، لَمْ أَرَهُ عَلٰى صُورَتِهِ الَّتِي خُلِقَ عَلَيْهَا غَيْرَ هَاتَيْنِ الْمَرَّتَيْنِ، رَأَيْتُهُ مُنْهَبِطًا مِنَ السَّمَاءِ سَادًّا عِظَمُ خَلْقِهٖ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ.

’’یہ تو جبریل علیہ السلام ہیں، میں نے انہیں ان کی اصلی تخلیقی صورت میں صرف دو مرتبہ ہی دیکھا ہے، میں نے انہیں آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا، انہوں نے سارے افق کو بھرا ہوا تھا، زمین و آسمان میں اللہ کی سب سے بڑی مخلوق۔‘‘

(صحيح مسلم : 177)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

أَيْ : فَاقْتَرَب جِبْرِيلُ إِلٰى مُحَمَّدٍ لَمَّا هَبَطَ عَلَيْهِ إِلَى الْأَرْضِ حَتّٰى كَانَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَابَ قَوْسَيْنِ .

''یعنی جب جبریل علیہ السلام، محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر زمین کی طرف اُترے، تو اتنا قریب ہوئے کہ جبریل علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان دو کمانوں کے درمیانی فاصلہ رہ گیا۔''

(تفسير ابن كثير : 22/6)

❀ نیز فرماتے ہیں:

هٰكَذَا هٰذِهِ الْآيَةُ : ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى﴾، وَهٰذَا الَّذِي قُلْنَاهُ مِنْ أَنَّ هٰذَا الْمُقْتَرِبَ الدَّانِي الَّذِي صَارَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ مُحَمَّدٍ إِنَّمَا هُوَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، هُوَ قَوْلُ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ وَابْنِ مَسْعُودٍ، وَأَبِي ذَرٍّ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ .

''اسی طرح یہ آیت ہے ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى﴾ (یعنی یہاں جبریل علیہ السلام مراد ہیں)۔ اور ہم نے یہ جو کہا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت زیادہ قریب ہونے والے جبریل علیہ السلام ہی تھے، تو یہ ام المومنین سیدہ عائشہ، سیدنا عبد اللہ بن مسعود، سیدنا ابوذر اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔''

(تفسير ابن كثير : 22/6)

❀ فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى ۞ فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى﴾ کی تفسیر میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔''

(صحيح البخاري : 4856، صحيح مسلم : 174)

حاصلِ کلام یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جس رؤیت کی نفی کی ہے، اس کا تعلق دنیا کی ظاہری آنکھ سے ہے، یعنی ان کے مطابق وہ شخص جھوٹا ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھا ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جس دیکھنے کو ثابت کرتے ہیں، وہ دل سے دیکھنا ہے۔ اس طرح دونوں اقوال میں جمع وتطبیق ہو جاتی ہے۔ جو لوگ ظاہری آنکھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ثابت کرتے ہیں، ان کا قول مرجوح ہے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کے لیے ''منفرد'' کا لفظ بولا جا سکتا ہے؟

جواب: منفرد اس کو کہتے ہیں، جو اپنے ساتھیوں سے الگ اور جدا ہو اور اللہ تعالیٰ کا کوئی ساتھی یا ہمسر نہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لیے ''منفرد'' کا لفظ نہیں بولا جا سکتا، البتہ ''متفرد'' کا لفظ بولا جا سکتا ہے، جو ''خاص ہونے'' کے معنی میں ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں ''متفرد'' ہے۔

❁ لغوی امام، عسکری رحمہ اللہ (۳۹۵ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْمُنْفَرِدَ يُفِيدُ التَّخَلِّيَ وَالْاِنْقِطَاعَ مِنَ الْقُرَنَاءِ وَلِهٰذَا لَا يُقَالُ لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى : مُنْفَرِدٌ كَمَا يُقَالُ : إِنَّهٗ مُتَفَرِّدٌ، مَعْنَى الْمُتَفَرِّدِ فِي صِفَاتِ اللّٰهِ تَعَالَى الْمُتَخَصِّصُ بِتَدْبِيرِ الْخَلْقِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا يَجُوزُ أَنْ يُتَخَصَّصَ بِهٖ مِنْ صِفَاتِهٖ وَأَفْعَالِهٖ .

''منفرد کا معنی ساتھیوں سے الگ تھلگ ہونا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کو ''منفرد''

نہیں کہا جا سکتا، البتہ اللہ تعالیٰ کو ''متفرد'' کہا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنی صفات میں متفرد ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ مخلوق کی تدبیر کرنے اور ان تمام صفات اور افعال کے ساتھ خاص ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کیا جا سکتا ہے۔''

(الفروق، ص 141)

البتہ اگر ''منفرد'' کے لفظ سے مراد صرف اللہ تعالیٰ کی یکتائی اور وحدانیت کے متعلق خبر دینا ہو، تو اسے بھی اللہ تعالیٰ کے حق میں استعمال کیا جا سکتا ہے، اہل علم اور مفسرین اسے استعمال کرتے آئے ہیں، مگر جو معنی علامہ عسکری رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے، اس معنی میں استعمال کرنا جائز نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی قرین نہیں۔

(سوال): کیا اللہ تعالیٰ کو ''وحید'' نام سے متصف کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): اللہ تعالیٰ کا ''وحید'' نام ثابت نہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ کو اس نام سے متصف کرنا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ توقیفی ہیں، اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کا کوئی نام نہیں رکھا جا سکتا۔ چونکہ کتاب وسنت میں ''وحید'' نام اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت نہیں، لہٰذا کسی کا نام ''عبدالوحید'' نہیں رکھا جا سکتا۔

(سوال): توحید کی تعریف کیا ہے؟

(جواب): اہل علم نے توحید کی مختلف الفاظ میں تعریف کی ہے۔ توحید کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ اقرار کرنا کہ وہ اپنی ذات، ربوبیت، الوہیت اور اسماء وصفات میں یکتا ہے، ذات وصفات میں کوئی اس کا شریک یا مماثل نہیں۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ أَنْ لَا يَشْرَكُهُ شَيْءٌ مِنَ الْأَشْيَاءِ فِيمَا هُوَ مِنْ خَصَائِصِهٖ وَكُلُّ صِفَةٍ مِنْ صِفَاتِ الْكَمَالِ فَهُوَ مُتَّصِفٌ بِهَا عَلٰى وَجْهٍ لَا يُمَاثِلُهُ فِيهِ أَحَدٌ .

''(توحیداس بات کے اقرار کرنے کو کہتے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ کے خصائص میں کوئی شے اس کے ساتھ شریک نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر صفت کمال سے اس طرح متصف ہے کہ اس صفت میں کوئی اس کے مماثل ومشابہ نہیں۔''

(مَجموع الفتاوی : 74/3)

سوال: حسن حدیث کا کیا حکم ہے؟

جواب: حسن حدیث حجت ہے۔

❁ علامہ ابوالعباس سروجی حنفی رحمہ اللہ (۷۱۰ھ) لکھتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ الْحَسَنُ حُجَّةٌ بِالْإِتِّفَاقِ .

''حسن حدیث بالاتفاق حجت ہے۔''

(الغاية في شرح الهِداية :429/1)

سوال: کیا مردوں اور عورتوں کی روایت میں فرق ہے؟

جواب: روایت میں اصل صدق، عدالت، ضبط وحفظ اور ادائیگی ہے، یہ اوصاف اگر عورت میں بھی ہیں، تو اس کی روایت بھی مردوں کی طرح قبول ہے۔

❁ علامہ ابوالمظفر سمعانی رحمہ اللہ (۴۸۹ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى أَنَّ النِّسَاءَ فِي الرِّوَايَةِ مِثْلُ الرِّجَالِ .

''اُمت کا اجماع ہے کہ روایت میں عورتیں بھی مردوں کی طرح ہیں۔''

(کتاب الاصطلام : 3/101)

(سوال): کیا کفر اور شرک میں فرق ہے؟

(جواب): بعض علما کفر اور شرک میں فرق نہیں کرتے اور دونوں کو ایک خیال کرتے ہیں، جبکہ دیگر علما کفر اور شرک میں فرق کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ کفر عام ہے اور شرک خاص۔ کفر سے مراد ہر وہ عمل ہے، جس سے اللہ پر ایمان کا انکار ہو یا کسی رسول کا انکار ہو، وغیرہ۔ اور شرک سے مراد عبادت کی کسی قسم میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا۔ اس اعتبار سے کفر اور شرک میں عموم وخصوص مطلق ہے، لہٰذا ہر مشرک کافر ہے، مگر ہر کافر مشرک نہیں۔

قرآنی نصوص اسی کی مؤید ہیں، مثلاً؛

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِّينَ حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ﴾ (البيّنة : ١)

''اہل کتاب اور مشرکین میں سے جنہوں نے کفر کیا، وہ باز آنے والے نہیں تھے، تا آنکہ ان کے پاس واضح دلیل آجائے۔''

(سوال): درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❁ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے:

أَوَّلُ مَنْ نَقَضَ التَّكْبِيرَ فِي الصَّلَاةِ وَخَطَبَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فِي الْعِيدَيْنِ وَجَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَنَقَصَ الْإِقَامَةَ وَالتَّسْلِيمَ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ .

''سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما وہ پہلے شخص تھے، جنہوں نے نماز میں

تکبیرات انتقال کوختم کیا، عیدین میں نماز سے پہلے خطبہ جاری کیا، منبر پر بیٹھ کر خطبہ دیا اور اقامت اور سلام میں کمی کی۔''

(الحجّة على أهل المدينة لمحمد الشّيباني، ص 84)

جواب: جھوٹی روایت ہے۔

① صاحب کتاب محمد بن حسن شیبانی پر ''کذاب'' کی جرح ہے۔

② محمد بن ابان بن صالح ''ضعیف'' ہے۔

③ حماد بن ابی سلیمان سیء الحفظ ہیں۔

④ ابراہیم نخعی نے کسی صحابی سے سماع نہیں کیا۔

سوال: جن جگہوں پر نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھی، کیا ان مقامات سے تبرک حاصل کرتے ہوئے وہاں پر نماز پڑھنا جائز ہے؟

جواب: ایسی تمام جگہیں اور مقامات جہاں نبی کریم ﷺ نے نماز ادا کی، وہاں قیام فرمایا، پڑاؤ ڈالا، وہاں پر تشریف فرما ہوئے، ان سے تبرک حاصل کرنا جائز نہیں، بلکہ یہ بدعت ہے۔ قرآن وحدیث اور آثارِ سلف میں سے اس پر کوئی استناد نہیں۔

البتہ جہاں نبی کریم ﷺ اکثر وبیشتر نماز ادا فرماتے رہے، سنت کے اتباع میں بعض صحابہ کرام بھی وہاں نماز ادا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

❁ یزید بن ابی عبید تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ آتِي مَعَ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، فَيُصَلِّي عِنْدَ الْأُسْطُوَانَةِ الَّتِي عِنْدَ الْمُصْحَفِ، فَقُلْتُ : يَا أَبَا مُسْلِمٍ، أَرَاكَ تَتَحَرَّى الصَّلَاةَ عِنْدَ هٰذِهِ الْأُسْطُوَانَةِ، قَالَ : فَإِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرَّى الصَّلَاةَ عِنْدَهَا .

''میں سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مسجد نبوی میں آیا کرتا تھا۔آپ ہمیشہ اس ستون کے سامنے کھڑے ہوکر نماز پڑھا کرتے تھے، جہاں قرآنِ مجید رکھا ہوتا تھا۔ میں نے ان سے کہا: ابومسلم! میں دیکھتا ہوں کہ آپ ہمیشہ اسی ستون کے سامنے کھڑے ہوکر نماز ادا کرتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ خاص طور پر اسی ستون کے سامنے کھڑے ہو کر نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔''

(صحيح البخاري : 502، صحيح مسلم : 509)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْأَمْكِنَةُ الَّتِي كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْصِدُ الصَّلَاةَ أَوِ الدُّعَاءَ عِنْدَهَا؛ فَقَصْدُ الصَّلَاةِ فِيْهَا أَوِ الدُّعَاءِ سُنَّةٌ، اِقْتِدَاءً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاتِّبَاعًا لَّهٗ، كَمَا إِذَا تَحُرِّيَ الصَّلَاةُ أَوِ الدُّعَاءُ فِي وَقْتٍ مِّنَ الْأَوْقَاتِ؛ فَإِنَّ قَصْدَ الصَّلَاةِ أَوِ الدُّعَاءِ فِي ذٰلِكَ الْوَقْتِ سُنَّةٌ، كَسَائِرِ عِبَادَاتِهٖ، وَسَائِرِ الْأَفْعَالِ الَّتِي فَعَلَهَا عَلٰى وَجْهِ التَّقَرُّبِ .

''رہے وہ مقامات، جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا اور نماز کے لیے جایا کرتے تھے، وہاں جا کر دعا کرنا اور نماز پڑھنا مسنون ہے اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا واتباع ہے، جس طرح کہ جن اوقات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے، یا

دعا کیا کرتے تھے، ان اوقات میں نماز پڑھنا یا دعا کرنا آپ ﷺ کی باقی تمام عبادات اوران افعال کی طرح مسنون ہے،جنہیں آپ ﷺ قربِ الٰہی کے طور پر کیا کرتے تھے۔''

(اقتضاء الصّراط المُستقيم : 276/2)

وہ جگہیں، جہاں نبی کریم ﷺ نے اتفاقاً نماز ادا کی، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سنت کے اتباع میں وہاں بھی نماز ادا کر لیتے تھے۔

❁ موسیٰ بن عقبہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَتَحَرّٰى أَمَاكِنَ مِنَ الطَّرِيقِ، فَيُصَلِّي فِيهَا، وَيُحَدِّثُ أَنَّ أَبَاهُ كَانَ يُصَلِّي فِيهَا، وَأَنَّهٗ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي تِلْكَ الْأَمْكِنَةِ .

''میں نے سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ کو دیکھا، وہ مدینہ سے مکہ کے راستے میں کئی جگہوں کو ڈھونڈ کر وہاں نماز پڑھتے اور کہتے کہ ان کے والدِمحترم سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ان مقامات پر نماز پڑھا کرتے تھے، کیونکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ان مقامات پر نماز پڑھتے دیکھا تھا۔(صحيح البخاري : 483)

❁ نافع رحمہ اللہ، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، فَصَلّٰى بِهَا، وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ .

''رسول اللہ ﷺ نے مقامِ ذوالحلیفہ کے پتھریلے میدان میں سواری روک کر

نماز ادا کی۔ راویٔ حدیث نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔'' (صحيح البخاري : 1532، صحيح مسلم : 1257)

❁ **نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:**

إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا دَخَلَ الكَعْبَةَ؛ مَشٰى قِبَلَ وَجْهِهٖ حِينَ يَدْخُلُ، وَجَعَلَ الْبَابَ قِبَلَ ظَهْرِهٖ، فَمَشٰى حَتّٰى يَكُونَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِدَارِ الَّذِي قِبَلَ وَجْهِهٖ قَرِيبًا مِّنْ ثَلَاثَةِ أَذْرُعٍ، صَلّٰى يَتَوَخَّى الْمَكَانَ الَّذِي أَخْبَرَهٗ بِهٖ بِلَالٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيهِ، قَالَ : وَلَيْسَ عَلٰى أَحَدِنَا بَأْسٌ إِنْ صَلّٰى فِي أَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ .

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کعبۃ اللہ میں داخل ہوتے، تو دروازے کی طرف پشت کر کے سیدھا منہ کی سمت چلے جاتے، یہاں تک کہ جب ان میں اور سامنے کی دیوار میں تین ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا تو نماز پڑھتے، کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ اس جگہ نماز پڑھنا چاہتے تھے، جس کے بارے میں بلال رضی اللہ عنہ نے آپ کو بتایا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں نماز پڑھی تھی۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بھی فرمایا کہ ہم بیت اللہ میں جس جانب بھی نماز پڑھیں، اس میں کوئی حرج نہیں۔''

(صحيح البخاري : 506)

یعنی کعبۃ اللہ کے کسی بھی کونے میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، البتہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اتباع سنت کے جذبہ سے سرشار ہو کر اس جگہ کی تلاش کی، جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اتباعِ سنت کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو:

❁ عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ، مَاشِيًا وَرَاكِبًا، وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَفْعَلُهٗ.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتے والے دن پیدل یا سوار ہو کر مسجدِ قبا تشریف لے جایا کرتے تھے، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کرتے تھے۔''

(صحيح البخاري : 1193)

ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اتباعِ سنت کے جذبہ سے ایسا کرتے تھے، نہ کہ حصولِ تبرک کے لیے۔ ان کا مقصود صرف اور صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا تھا۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) لکھتے ہیں:

هٰذَا مِنِ ابْنِ عُمَرَ تَحَرٍّ لِّمِثْلِ فِعْلِهٖ، فَإِنَّهٗ قَصَدَ أَنْ يَّفْعَلَ مِثْلَ فِعْلِهٖ، فِي نُزُوْلِهٖ وَصَلَاتِهٖ.

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس لیے ایسے کاموں کے متلاشی رہتے تھے کہ ان کا مقصد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل اتباع تھا کہ کس جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑاوَ ڈالا ہے اور کس مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی۔''

(اقتضاء الصّراط المُستقيم : 330/2)

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سواری پر سوار ہوتے وقت ''بسم اللّٰہ'' پڑھ کر رکاب پر پاؤں رکھا، سواری کی پیٹھ پر بیٹھ کر ''الحمدللہ'' کہہ کر دُعا پڑھی، پھر ہنس دیے، پوچھا گیا:

مَا يُضْحِكُكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟

''امیر المومنین! آپ مسکرائے کس لیے ہیں؟''

جواباً فرمایا:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلْتُ .

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا تھا۔''

(الدّعاء للطّبراني : 778، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۲۶۹۷) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۲۴۸۲) نے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ہنسنا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہنسنے کا باعث بنا اور کوئی وجہ نہیں تھی۔ اسی طرح سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی نبی کریم ﷺ کی اقتدا و اتباع میں وہاں وہاں نماز پڑھی اور پڑاوَ ڈالا، جہاں آپ ﷺ نے اتفاقاً نماز پڑھی اور پڑاوَ ڈالا تھا۔

اس حوالے سے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیں:

❁ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ، إِذَا ذَهَبَ إِلَى قُبُورِ الشُّهَدَاءِ عَلٰى نَاقَتِهٖ؛ رَدَّهَا هٰكَذَا وَهٰكَذَا، فَقِيلَ لَهٗ فِي ذٰلِكَ، فَقَالَ : إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الطَّرِيقِ عَلٰى نَاقَتِهٖ، فَقُلْتُ : لَعَلَّ خُفِّي يَقَعُ عَلٰى خُفِّهٖ .

''میں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ جب وہ شہدا کی قبروں کی طرف جاتے، تو اپنی اونٹنی کو موڑتے۔ اس بارے میں ان سے پوچھا گیا، تو فرمایا: میں

نے رسول کریم ﷺ کو اس راستے میں اپنی اونٹنی پر دیکھا تھا۔ میں نے سوچا کہ شاید میری اونٹنی کا پاؤں آپ ﷺ کی اونٹنی کے پاؤں کے اوپر آ جائے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 327/13، السّنن الكبرٰی للبيهقي : 249/5، واللّفظ لهٗ، حلية الأولياء لأبي نُعَيم :310/1، وسندهٗ حسنٌ)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہر معاملہ میں اتباعِ سنت کے جذبہ سے سرشار تھے۔

سوال: جس روایت میں ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ پندرہ سال کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوئے، تو بلحاظ سند کیسی ہے؟

جواب: روایت ملاحظہ ہو؛

❀ حسن بصری وغیرہ رحمہ اللہ سے مروی ہے:

إِنَّ عَلِيًّا أَوَّلُ مَنْ أَسْلَمَ بَعْدَ خَدِيجَةَ، وَهُوَ يَوْمَئِذٍ ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً، أَوْ سِتَّ عَشْرَةَ سَنَةً .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد اسلام لائے، اس پر آپ رضی اللہ عنہ کی عمر پندرہ یا سولہ سال تھی۔''

(جامع معمر بن راشد :20391، فضائل الصحابة لأحمد بن حنبل : 998)

سند ضعیف ہے۔

① معمر بن راشد کی اہل بصرہ سے روایت میں کلام ہے۔

② قتادہ بصری مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

③ حسن بصری کا عنعنہ ہے، نیز ان کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔

سوال: جو شخص اس نظریہ کے ساتھ بتوں کی عبادت کرے کہ وہ نفع ونقصان کے

مالک نہیں، کیا ایسا شخص مشرک ہے؟

جواب: عبادت کی کوئی بھی قسم غیر اللہ کے لیے ثابت کرنا شرک ہے، خواہ اسے نفع یا نقصان کا مالک سمجھے یا نہ سمجھے۔ یہ عملی شرک ہے۔

سوال: صحابی جب اپنی روایت کے خلاف عمل کرے یا فتویٰ دے، تو کیا احناف کے نزدیک روایت منسوخ ہوتی ہے؟

جواب: صحابی جب اپنی روایت کے خلاف عمل کرے یا فتویٰ دے، تو احناف کے نزدیک صحابی کا قول و عمل حجت ہوتا ہے اور روایت قابل حجت نہیں ہوتی، بلکہ اسے منسوخ سمجھا جاتا ہے۔

❁ علامہ ابوالعباس سروجی حنفی رحمہ اللہ (۷۱۰ھ) لکھتے ہیں:

عِنْدَنَا : اَلرَّاوِيْ إِذَا عَمِلَ بِغَيْرِ رِوَايَتِهٖ أَوْ أَفْتٰى بِخِلَافِهَا لَا تَبْقٰى حُجَّةً، لِأَنَّ الصَّحَابِيَّ لَا يَحِلُّ لَهٗ أَنْ يَسْمَعَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا وَيُفْتِي أَوْ يَعْمَلُ بِخِلَافِهٖ، إِذْ تَسْقُطُ بِهٖ عَدَالَتُهٗ، فَدَلَّ عَلٰى نَسْخِ مَا رَوَاهُ.

''ہم احناف کے نزدیک اگر راوی اپنی روایت کے خلاف عمل کرے یا اس کے خلاف فتویٰ دے، تو وہ روایت حجت نہیں رہتی، کیونکہ صحابی کے لیے یہ جائز نہیں کہ کوئی بات نبی کریم ﷺ سے سنے اور پھر اس کے خلاف فتویٰ دے یا عمل کرے، کیونکہ اس سے صحابی کی عدالت ساقط ہو جائے گی، لہٰذا یہ دلیل ہے کہ صحابی کی روایت منسوخ ہے۔''

(الغاية في شرح الهِداية :407/1)

یہ احناف کا اصول ہے، محدثین کا اُصول نہیں۔ حدیثیں محدثین کی ہیں، ان کو قبول اور رد کرنے میں اصول بھی انہیں کے قبول ہوں گے۔

صحیح بات یہ ہے کہ صحابی جب اپنی روایت کے خلاف عمل کرے یا خلاف فتویٰ دے، تو روایت اور صحابی کے عمل وفتویٰ کے درمیان تطبیق دی جائے گی، بغیر دلیل کے روایت کو منسوخ نہیں کہا جا سکتا۔

سوال: ایک شخص بے وضو ہے، نماز جنازہ کی جماعت کھڑی ہے، اگر وہ وضو کرے گا، تو نماز جنازہ سے رہ جائے گا، کیا وہ تیمّم کر کے نماز جنازہ میں شامل ہو سکتا ہے؟

جواب: نماز کے لیے تیمّم اس وقت جائز ہے، جب وضو کرنا ممکن نہ ہو یا وضو کے لیے پانی دستیاب نہ ہو۔ بغیر عذر تیمّم کر کے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ یہ حکم ہر نماز کے لیے ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَا يُصَلِّي الرَّجُلُ عَلَى الْجَنَازَةِ إِلَّا وَهُوَ طَاهِرٌ.

''نماز جنازہ بغیر وضو کے نہ پڑھے۔''

(موطأ الإمام مالك :230/1، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ مَنْ خَافَ فَوْتَ الْجُمُعَةِ إِنْ ذَهَبَ يَتَطَهَّرُ بِالْمَاءِ، أَنَّهٗ لَا يَتَيَمَّمُ وَلٰكِنَّهٗ يَتَطَهَّرُ، وَإِنْ فَاتَتْهُ الْجُمُعَةُ، فَالَّذِي يَخَافُ فَوْتَ الْجَنَازَةِ أَوْلٰى بِذٰلِكَ.

''اہل علم کا اجماع ہے کہ جس شخص کو اندیشہ ہو کہ اگر وہ وضو کے لیے جائے گا، تو

اس کا جمعہ جاتے رہے گا، وہ شخص تیمّم نہیں کرسکتا، بلکہ وضو ہی کرے گا، خواہ اس کا جمعہ فوت ہو جائے، تو جس شخص کو نماز جنازہ رہ جانے کا اندیشہ ہو، تو وہ بالاولیٰ وضو کرے گا۔''

(الأوسط : 425/5)

بعض کہتے ہیں کہ وضو کرنے سے نماز جنازہ رہ جانے کا اندیشہ ہو، تو تیمّم کر کے نماز جنازہ میں شامل ہو سکتے ہیں، یہ مؤقف درست نہیں۔ اس بارے میں مروی روایات ضعیف وغیر ثابت ہیں؛ ملاحظہ ہو؛

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا فَجَأَتْكَ الْجَنَازَةُ وَأَنْتَ عَلٰى غَيْرِ وُضُوءٍ فَتَيَمَّمْ .

''اگر اچانک جنازہ آجائے اور آپ کا وضو نہ ہو، تو تیمّم کر لیں (اور جنازہ میں شریک ہو جائیں)۔''

(الكامل لابن عدي : 531/8)

روایت باطل ہے۔ محدثین نے اس روایت کو ''منکر'' قرار دیا ہے۔

① مغیرہ بن زیاد راوی عطاء بن ابی رباح سے منکر روایات بیان کرتا ہے۔

② یمان بن سعید ''ضعیف'' ہے۔

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا مَرْفُوعٌ غَيْرُ مَحْفُوظٍ .

''اس حدیث کا مرفوع ہونا غیر محفوظ ہے۔''

(الكامل في ضعفاء الرجال : 532/8)

❁ یہ روایت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوف بھی آتی ہے۔

(شرح معاني الآثار للطّحاوي: 549)

سند ضعیف ہے۔ مغیرہ بن زیاد نے عطاء بن ابی رباح سے منکر روایات بیان کی ہیں۔ کسی صحابی سے ثابت نہیں کہ وہ نماز جنازہ کے لیے تیمّم کرتا ہو یا کرنے کا فتویٰ دیتا ہو، یہی بات راجح ہے۔

سوال: کیا علی بن ابی طلحہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے تفسیر سنی ہے؟

جواب: علی بن ابی طلحہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں کیا۔

❁ حافظ خلیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْحُفَّاظُ عَلٰی أَنَّ ابْنَ أَبِي طَلْحَةَ لَمْ يَسْمَعْهُ مِنِ ابْنِ عَبَّاسٍ.

''حفاظ کا اجماع ہے کہ علی بن ابی طلحہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس صلی اللہ علیہ وسلم سے تفسیر کا سماع نہیں کیا۔''

(الإرشاد :393/1)

سوال: نماز فجر سے پہلے قربانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز فجر سے پہلے قربانی جائز نہیں، قربانی عید کی نماز کے بعد کی جائے گی۔

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰی أَنَّ الضَّحَايَا لَا يَجُوزُ ذِبْحُهَا قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ.

''اہل علم کا اجماع ہے کہ یوم نحر (دس ذوالحجہ) کو طلوع فجر سے پہلے قربانی ذبح کرنا جائز نہیں۔'' (الإجماع: 217)

(سوال): بیان کیا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے چند اشعار پڑھے گئے، تو آپ ﷺ پر وجد طاری ہو گیا اور آپ ﷺ کی چادر کندھے سے گر گئی۔'' اس کی کیا حقیقت ہے؟

(جواب): سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

تَوَاجَدَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَوَاجَدَ الْأَصْحَابُ حَتّٰى سَقَطَ رِدَائُهٗ عَنْ مَنْكَبِهٖ .

''(اشعار سن کر) نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب پر وجد طاری ہو گیا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی چادر کندھے سے گر گئی۔''

(التَّواجُد لابن عبد الهادي، ص 31، الغرائب المُلْتَقَطَة لابن حَجَر : 351/8، لِسان المِيزان لابن حَجَر : 265/5، الزّيادات على المَوضوعات للسّيوطي : 657/2)

یہ جھوٹی اور من گھڑت روایت ہے۔

① عمار بن اسحاق ''وضاع'' ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَأَنَّهٗ وَاضِعٌ هٰذِهِ الْخَرَافَةِ .

''اس خرافت کو گھڑنے والا عمار بن اسحاق معلوم ہوتا ہے۔''

(ميزان الاعتدال : 164/3)

② ابو منصور محمد بن عبد الملک کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔

❁ علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (۶۴۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَخْفٰى وَضْعُهٗ عَلَى الْجُهَّالِ .

''جاہلوں پر (بھی) اس روایت کا من گھڑت ہونا مخفی نہیں ہے۔''

(جُزءٌ في كلام العلماء على حديث التّواجُد لابن عبد الهادي، ص 36)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بَاطِلٌ لَا تَحِلُّ رِوَايَتُهٗ وَلَا نِسْبَتُهٗ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''یہ روایت باطل ہے، اسے روایت کرنا اور نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں۔''

(جُزء في كلام العلماء على حديث التّواجُد لابن عبد الهادي، ص 38)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ كِذْبٌ بِاتِّفَاقِ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ .

''محدثین کا اجماع واتفاق ہے کہ یہ حدیث جھوٹی ہے۔''

(مجموع الفتاوی: 168/11)

❁ علامہ ابن عبد الہادی مقدسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْوَاقِفُ عَلٰى مَتْنِ هٰذَا الْحَدِيثِ يَظْهَرُ لَهٗ أَنَّهٗ مَصْنُوعٌ مَوْضُوعٌ .

''جو اس حدیث کے متن کو جان لیتا ہے، اس پر عیاں ہو جاتا ہے کہ یہ حدیث موضوع و من گھڑت ہے۔''

(جُزء في كلام العلماء على حديث التّواجُد، ص 36)

❁ علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ نے اسے ''موضوع'' قرار دیا ہے۔

(كَفّ الرّعاع، ص 49)